پیغمبر اکرم ﷺ کی حاکمیت از نظر قرآن

سید ثمر علی نقوی ☆

مقدمہ:

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو انسانی معاشرہ کی فلاح اور اصلاح کی غرض سے اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ کے ذریعے نازل کیا، دین درحقیقت ایسے قوانین کا مجموعہ ہے جو خالق کائنات کی جانب سے انسان کی ہدایت کے تمام پہلوؤں پر مشتمل ہے، قرآن مجید میں انسانی ضرورت کے تمام اصول وضوابط کو بیان کیا گیا ہے، انسان چونکہ اجتماعی اور معاشرتی زندگی کا حامل ہے بنا بریں قرآن مجید کا اکثر و بیشتر حصہ بلکہ مکمل طور پر اجتماعی و سیاسی مسائل پر مشتمل ہے، مباحث قرآن کا محور و مرکز توحید ہے، توحید کی اقسام میں سے جہاں توحید ذاتی، صفاتی، افعالی اور عبادی پر بحث و تفسیر کی ضرورت ہے وہیں ''توحید ربوبیت'' بھی حائز اہمیت ہے جو توحید افعالی کی ایک قسم شمار ہوتی ہے جس سے انسان کو یہ درس ملتا ہے کہ جس طرح خدا کے علاوہ ''خالق'' کوئی نہیں ہوسکتا اس طرح اللہ کے بغیر پورے عالم کے امور کی مدیریت کے لائق بھی کوئی نہیں ہوسکتا، نظام کائنات کو چلانے میں خدا کا شریک تسلیم کرنے والا بھی اُسی طرح مشرک ہے جس طرح تخلیق کائنات میں خدا کا شریک ٹھہرانے والا مشرک ہے۔

حقیقت میں توحید خالقیت پر اعتقاد کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ تمام امور کی تدبیر کا مالک بھی ''ایک خدا ہے'' انسانی معاشرہ کی تدبیر کو عملی صورت دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان ہی کو زمین پر اپنا خلیفہ اور نمائندہ بنا کر بھیجا، انبیاء ÷ کی بعثت کا مقصد انسانوں کی تربیت اور معاشرے پر عادلانہ نظام کا قیام تھا۔

''هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ'' [1]

''وہی (خدا) ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاکیزہ کرتا ہے۔۔۔''

☆ مسئول دار التبلیغ، نور الہدیٰ ٹرسٹ، بہارہ کہو، اسلام آباد

نیز فرمایا

''لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَامَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِا لْقِسْطِ...''[۲]

''اور ہم نے اپنے انبیاءکو واضح نشانیاں دے کر بھیجا اوران کے ساتھ کتاب (قانون) اور میزان (عدالت) کو بھی نازل کر دیا تاکہ لوگوں میں انصاف کو قائم کریں''

اسلام کا بنیادی مقصد انسان کو اندرونی اور بیرونی سطح پر تربیت کرنا ہے۔ بنابریں تزکیہ نفس کے بعد معاشرتی تزکیہ (اصلاح) کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام انبیا÷ کو ایک مشترکہ لائحہ عمل دے کر بھیجا تاکہ کہ لوگوں کو خدا کے نظام کے تحت زندگی گزارنے اور ہر قسم کے غیر متعادل نظام سے پرہیز کرنے کا درس دیں۔

''وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُ وااللّٰهَ وَاجْتَنِبُواالطَّاغُوْتَ''[۳]

''یعنی ہم نے ہر زمانہ میں رہنے والے لوگوں کے لیے جو رسول بھیجا اس کا ایک ہی شعار تھا کہ اللہ کی بندگی و عبادت کرو اور ظالم طاغوت سے دور رہو''

اس آیہ اور دیگر بہت سی آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبیؑ نے اپنے زمانہ میں موجود غیر الٰہی حکمرانوں کے تسلط سے قوموں کو آزاد کرانے کے لیے نہ صرف زبانی تبلیغ کی ہے بلکہ طاغوتی حاکمیت کے خاتمہ کے لیے عملی جدوجہد کی اور بعض نے کامیابی کے بعد اللہ کی حاکمیت کو معاشرے پر نافذ بھی کیا ہے حضرت داوٗد اور حضرت سلیمان÷ کی حکومت کا واضح ذکر قرآن میں موجود ہے، اسی طرح دیگر انبیاء جن میں حضرت موسیٰ و حضرت ابراہیم÷ کی طاغوت شکن جدوجہد کا ذکر بھی اس بات کی دلیل ہے کہ انسانوں پر صرف اللہ کی حکومت ہونے کی صورت میں ہی توحید عملی شکل اختیار کر سکتی ہے۔ حضرت پیغمبر ﷺ کی سیاسی حاکمیت میں عقلی اعتبار سے تو کوئی شک و شبہ نہیں ہے، اس لیے کہ ایک طرف انسان کا بغیر حکومت کے زندگی گزارنا، ناممکن ہے اور دوسری طرف خالق انسان کے علاوہ حکومت کا کامل نظام دینے کا کوئی اہل نہیں ہے نیز دیگر انبیاء کی بعثت کا مقصد معاشرے پر اللہ کی حاکمیت کا نفاذ ہے تو خاتم الانبیاء ﷺ کو صرف تبلیغ و ارشاد کی ذمہ داری تک محدود کرنا کس طرح ممکن ہے؟

لیکن قرآنی آیات کے تناظر میں ہم ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ مبلغ احکام ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی حاکمیت کے حامل بھی تھے جو درحقیقت خلافت کی شکل میں الٰہی حاکمیت ہے، البتہ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ عقلی ادلہ اور بہت سی آیات کے باوجود بعض علماء[۴] پیغمبر اکرم ﷺ کے سیاسی منصب اور آپ ؐ کی سیاسی حاکمیت کا انکار کرتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کا تعارف اس طرح پیش کرتے ہیں کہ آپ ؐ صرف مبدا و معاد کی تبلیغ پر مامور تھے اور ان کا معاشرے کی سیاسی قیادت و راہبری سے کوئی تعلق نہ تھا جس کی وجہ سے اس موضوع کی اہمیت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

دین اور معاشرہ:

پیغمبراکرم ﷺ کی سیاسی قیادت کے اثبات سے پہلے ''دین'' کی حقیقت کا سرسری جائزہ لینا ضروری ہے تاکہ آپؐ جس ''دین'' کے ''مبلغ'' تھے اُس کی صحیح صورت سامنے آسکے، قرآن مجید کی نظر میں دین سے مراد ''انسانی زندگی کی عملی روش کا حدود اربعہ'' ہے، جس کی ایک دلیل وہ آیات ہیں جن میں خداوند متعال نے کفار ومشرکین کے راہ ورسم اور زندگی گزارنے کی روش کو بھی ''دین'' سے تعبیر کیا ہے۔

''لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ ''[5]

''تمہارے لیے تمہارا دین میرے لیے میرا دین''

اسی طرح فرعون جو اپنے علاوہ کسی کو خدا تسلیم نہیں کرتا تھا، لیکن حضرت موسیٰ - کے مقابلے کے لیے عوام کو بھڑکانے کی خاطر ''دین'' کا سہارا لیتے ہوئے کہتا ہے:

''اِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنَکُمْ اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ ''[6]

''مجھے ڈر ہے کہ یہ (موسیٰ) تمہارا ''دین'' بدل ڈالے گا یا زمین میں فساد برپا کرے گا''

خداوند کریم نے بھی پیغمبراکرم ﷺ کی زبان سے زندگی گزارنے کے چند طور طریقے بیان کرنے کے بعد لوگوں کو اسی راستے (دین) پر چلنے کی تاکید فرمائی۔

''وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ''[7]

''اور بتحقیق یہی (دین) میرا سیدھا راستہ ہے اسی پر چلو اور مختلف راستوں پر نہ چلو ورنہ یہ تمہیں اللہ کے راستے سے ہٹا کر پراگندہ کردیں گے''

بنابریں انسانی زندگی گزارنے کی روش اور طور طریقے دو قسم کے ہوسکتے ہیں ایک باطل راستہ ہے جو شیطان اور شیطانی حکمرانوں کا طور طریقہ ہے اور دوسرا فطرت انسانی کا راستہ ہے کہ جس کی طرف خدا نے اپنے نمائندوں کے ذریعے دعوت دی ہے اور اسی راہ وروش کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ہر نبی الہیٰ نے کوشش بھی کی ہے لیکن شیطانی و طاغوتی حکمرانوں کی عوام فریبی کی وجہ سے صرف چند انبیاء حاکمیت الہیٰ کو نافذ کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں جس میں ہمارے نبی آخرالزماں ﷺ کے ہاتھوں قائم ہونے والی حکومت ایک بہترین نمونہ ہے، عصر حاضر کے عظیم مفسر قرآن علامہ طباطبائی نے بھی انسانی معاشرہ میں راہ وروش کو دین سے تعبیر کیا ہے اور سورۂ روم کی آیت ۳۰ کی تفسیر میں ''دین'' کو ''دین فطرت'' کے طور پر ثابت کیا ہے۔[8]

دین فطرت سے مراد یہ ہے کہ انسانی خلقت کے اندر خالق انسان نے زندگی گزارنے کے وہ طریقے جو انسان کو کمال وترقی تک لے جانے کا وسیلہ ہیں، ودیعت کردیئے ہیں، اسی بناپر اپنے آخری نبی ﷺ کو حکم دیا کہ اسی فطری

دین پر قائم رہو، تا کہ اپنی امت کی قیادت وراہبری کرتے ہوئے انہیں کمال کی منزل پر فائز کرسکو۔

''فَاَقِمۡ وَجۡهَکَ لِلدِّیۡنِ حَنِیۡفًا ؕ فِطۡرَتَ اللّٰهِ الَّتِیۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیۡهَا ؕ لَا تَبۡدِیۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰهِ ذٰلِکَ الدِّیۡنُ الۡقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ''[9]

''پس (اے نبی) یکسو ہو کر اپنا رُخ دین (خدا) کی طرف مرکوز رکھیں، اللہ کی اس فطرت کی طرف جس پر اس نے سب انسانوں کو خلق کیا ہے، اللہ کی تخلیق میں تبدیلی نہیں آتی یہی محکم دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''

اس آیہ مجیدہ میں بھی خدا نے نظام حیات کو دین سے تعبیر کیا ہے اور فرمایا یہ ایسا نظام حیات ہے جو دیگر نظام کائنات کی طرح نظم وضبط اور ہم آہنگی پر قائم ہے اور چونکہ تخلیقی نظام ہے لہذا کبھی تبدیلی نہیں آئے گی یعنی، فطرت اور شریعت میں وحدت واتحاد قائم ہے اسی بنا پر انبیاء ؑ کو بھیجا تا کہ ظالمانہ ماحول میں رہنے کی وجہ سے اس مدفون فطری نظام کو روشن واجاگر کریں۔

علامہ طباطبائی کہتے ہیں:

دین فطرت سے مراد وہ قوانین وضوابط ہیں جو انسان پسند ہیں کیونکہ یہ انسان کی خلقت کے ساتھ مربوط ہیں اور انسانی عقل سے مکمل طور پر مطابقت رکھتے ہیں۔[10]

پیغمبر ﷺ کی سیاسی حاکمیت سے مراد کیا ہے؟

آپ ؐ کی سیاسی حاکمیت سے مراد یہ ہے کہ معاشرے کے جملہ امور کی قیادت وراہبری اور حکمرانی کا حق خداوند تعالیٰ نے اپنے معصوم نمائندے حضرت پیغمبر ﷺ کو عطا کیا ہے، یعنی پیغمبر اکرم ﷺ صرف احکام الٰہی کو بیان کرنے والے نہیں یا لوگوں کے باہمی اختلافات اور مشاجرات کے حل کے لیے صرف قاضی تحکیم نہیں کہ قضاوت کرتے ہوئے صرف فیصلہ سنا دیں بلکہ اس قضاوت اور فیصلہ پر عمل درآمد کرانے کے بھی ذمہ دار ہیں، حاکمیت کا نقط ''حکم'' سے ماخوذ ہے اور قرآن مجید میں ''حکم'' سے مراد تشریع یعنی قانون وضع کرنا اور معاشرے پر قانون کو حاکم قرار دینا ہے، جو کہ ذاتی طور پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے جیسا کہ قرآن میں فرمایا:

''وَمَا اخۡتَلَفۡتُمۡ فِیۡهِ مِنۡ شَیۡءٍ فَحُکۡمُهٗۤ اِلَی اللّٰهِ ''[11]

''اور جس بات میں تم اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف سے ہوگا''

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فیصلے کو عملی طور پر نافذ کرانے کے لیے اپنا اختیار اپنے نبی ؐ کو تفویض کرتے ہوئے اعلان فرمایا:

''اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ لِتَحۡکُمَ بَیۡنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰىکَ اللّٰهُ ''[12]

''(اے رسول) ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ آپ پر نازل کی ہے تا کہ جیسے اللہ نے آپ کو بتایا ہے اسی کے مطابق لوگوں میں فیصلہ کریں''

اگر چہ یہ آیت شان نزول کے لحاظ سے ایک چوری کے فیصلہ سے متعلق نازل ہوئی ہے لیکن یہ ثابت شدہ ہے کہ شان نزول مراد متکلم کو محدود و منحصر کرنے کا باعث نہیں بنتا،اس بنا پر پیغمبر اکرم ﷺ ہر قسم کے فیصلے کرنے اور انہیں عملی طور پر نافذ کرنے کے ذمہ دار ہیں باالفاظ دیگر معاشرے پر حکومت کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔

امام خمینیؒ کا نظریہ :

''حکم عقل اور ضرورت ادیان کی رو سے انبیاء ؑ کی بعثت کا مقصد اور کار انبیاء ؑ صرف مسئلہ گوئی اور بیان احکام نہیں تھا اور ایسا نہیں ہے کہ مسائل و احکام بذریعہ وحی رسول اکرم ﷺ کو پہنچے ہوں اور آنحضرتؐ و امیرالمومنین- اور دیگر ائمہ ؑ صرف 'مسئلہ گو' رہے ہوں کہ خداوند عالم نے ان حضرات کو صرف اس لیے معین کیا ہے کہ مسائل و احکام کو کسی خیانت کے بغیر لوگوں کے سامنے بیان کردیں اور انہوں نے بھی اس امانت کو فقہا کے حوالے کر دیا ہو کہ جو مسائل انبیاء سے حاصل کیے ہیں کسی خیانت کے بغیر لوگوں تک پہنچا دیں اور اس طرح 'الفقھاء امناء الرسل ' کا مطلب یہ ہو کہ فقہاء بیان مسائل میں امین ہیں ایسا ہرگز نہیں بلکہ انبیاء ؑ کا اہم ترین فریضہ قوانین و احکام کو جاری کر کے عادلانہ اجتماعی نظام قائم کرنا ہے جو یقیناً بیان احکام و نشر تعلیمات الٰہی کے ساتھ ساتھ ایک طاقتور حکومت کا خواہاں ہے''

نیز فرماتے ہیں کہ:

خداوند عالم نے جو خمس کے سلسلہ میں فرمایا ہے:

''وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا غَنِمۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوۡلِ وَلِذِی الۡقُرۡبٰی..''[13]

''اور جان لو کہ جو کچھ مال کسب کرو اس کا پانچواں حصہ اللہ،رسول اور اس کے قرابت داررں کے لیے مخصوص ہے۔۔۔۔''

یا زکوۃ کے لیے جو فرمایا ہے:

''خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً ''[14]

''آپ ان کے اموال میں سے صدقہ لیجئے''

حقیقت یہ ہے کہ رسول اکرم کو صرف احکام بیان کرنے کے لیے معین نہیں کیا بلکہ ان احکام کے نفاذ اور اجراء کی ذمہ داری کو بھی ان کے سپرد کر دیا ہے آپؐ اس پر مامور تھے کہ خمس،زکات اور خراج جیسے ٹیکسوں کو وصول کر کے مسلمانوں کو نفع پہنچانے پر خرچ کریں قوموں اور افراد کے درمیان عدالت کو وسعت دیں،حدود کو جاری کریں،سرحدوں کی حفاظت کریں،ملک کی آزادی کو قائم کریں اور حکومت اسلامی کے ٹیکسوں کو خورد برد سے بچائیں۔[15]

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاسی حاکمیت سے متعلق آیات:

اس سلسلے میں کثیر تعداد میں آیات موجود ہیں جنہیں تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ ایسی آیات جن میں اطاعت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیان کیا گیا ہے۔

۲۔ جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت وحکومت سے متعلق ہیں۔

۳۔ وہ آیات جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام امور اجتماعی میں محور ومرکز قرار دیتی ہیں۔

۱۔اطاعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق آیات:

اس قسم کی آیات میں مختلف صورتوں میں پیغمبر اکرمؐ کی اطاعت کو مورد تاکید قرار دیا گیا ہے، بعض آیات میں بلا تفریق تمام انبیاء کی اطاعت کیے جانے کو اہداف بعثت میں شمار گیا کیا ہے۔

''وَمَآ اَرۡسَلۡنَامِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ''[۱۶]

''ہم نے جو بھی رسول بھیجا اس لیے بھیجا ہے کہ باذن خدا اس کی اطاعت کی جائے''

بعض آیات میں رسولؐ کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت کا تسلسل قرار دیا ہے

''مَنۡ يُّطِعِ الرَّ سُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ ''[۱۷]

''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی''

مندرجہ بالا آیات میں درحقیقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی اہمیت کو مختلف انداز میں پیش کیا تا کہ لوگ دل وجان سے اپنے راہبر کی پیروی کریں، اس کے علاوہ کچھ آیات ایسی ہیں جن میں براہِ راست پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔

''اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُواالرَّسُوۡلَ وَاُولِى الۡاَمۡرِ مِنۡكُمۡ ''[۱۸]

''اللہ کی پیروی کرو اور اس کے رسول کی اور تم میں سے جو صاحبان امر ہیں ان کی پیروی کرو''

ایک اور مقام پر فرمایا:

''اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَلَا تَوَ لَّوۡعَنۡهُ وَاَنۡتُمۡ تَسۡمَعُوۡنَ ''[۱۹]

''اور اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کرو اور تم حکم سننے کے بعد اس سے روگردانی نہ کرو''

اگر چہ ان آیات میں اطاعت خداوند کا بھی ذکر ہے لیکن اصل مقصد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو بیان کرنا ہے، چونکہ بعد والی آیات میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات سنتے لیکن عمل نہیں کرتے تھے ایسے لوگوں کو بدترین جانوروں سے تعبیر کیا گیا ہے، جبکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہنے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نظام کے مطابق چلنے کو حیات بخش قرار دیا ہے۔[۲۰]

علاوہ بریں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم علیحدہ طور پر کسی آیت میں ذکر نہیں ہوا جب کہ بہت سے آیات میں پیغمبر اکرمؐ کی

اطاعت کو علیحدہ بھی بیان کیا ہے۔

''وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ''[۲۱]

''اور نماز قائم کرو اور زکاۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے''

گویا جس طرح نماز و زکات یا دیگر احکام، عملی زندگی کا حصہ ہیں اسی طرح پیغمبرؐ کا ہر حکم بھی عملی زندگی کا حصہ ہے سینکڑوں احکام میں سے نماز و زکات جیسے دو نمونے ذکر کرنے کا مقصد شاید یہ تھا کہ جس طرح نماز و زکات کے بغیر انسانی معاشرہ کمال و ترقی کی منازل طے نہیں کر سکتا اسی طرح حاکم اسلامی کی اطاعت اور ان کے دیگر اوامر کی پیروی کے بغیر بھی انسانی کمال کا راستہ طے کرنا ناممکن ہے۔

توجہ طلب بات یہ ہے کہ رسول کی اطاعت و پیروی کو مستقل طور پر بیان کیا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ سے کچھ ایسے اوامر و احکام بھی صادر ہوں گے جن کا ذکر قرآن میں درج نہیں ہے وگرنہ پیغمبر کی اطاعت کی الگ سے تاکید کرنا لغو و بیہودہ قرار پائے گا نیز یہ کہ بعض انبیاء کی زبان سے تو خدا نے واضح طور پر بیان کیا کہ نبی کی اطاعت کے بغیر تقویٰ کا مقام بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔

حضرت نوح - کی زبانی نقل فرمایا:

''اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌO فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ ''[۲۲]

''میں تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں Oلہذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو''

حضرت نوح - کا ''اطیعوا اللہ یا اطیعوا ربی ''جیسی تعبیر کی بجائے ''اطیعونی'' کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ بہت سے احکام ''کتاب اللہ'' میں موجود نہ بھی ہوں رسول کو امانت دار نمائندہ الٰہی سمجھتے ہوئے اطاعت کرنے میں انسان کی فلاح و سعادت مضمر ہے۔

اس قسم کی جملہ آیات کا انداز یہ بتاتا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ معاشرتی و اجتماعی احکامات صادر کرنے کا حق بھی رکھتے ہیں اور اللہ کی جانب سے ان احکام کو نافذ کرنے کا اختیار بھی انہیں کو حاصل ہے، نیز بعض آیات کی رو سے اللہ کا رسول اپنے ''اختیار حاکمیت'' میں دیگر افراد کو بطور نائب منصوب کرنے کا مجاز بھی ہے، جیسے حضرت موسیٰ - نے حضرت ہارون - کو فرمایا:

''وَقَالَ مُوْسٰی لِاَخِیْہِ ھٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ ''[۲۳]

''میری قوم میں میری جانشینی کرنا اور اصلاح کرتے رہنا۔۔۔''

حضرت ہارون - نے بھی قوم سے یہی کہا کہ جب ''رحمٰن'' پروردگار پر ایمان لے آئے ہو تو میرے راستے پر چلو اور میرے ہر حکم پر عمل کرو۔

''وَاِنَّ رَبَّکُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَاَطِیْعُوْٓا اَمْرِیْ ''[24]

''اور ہارون نے ان سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اے میری قوم ! بے شک تم اس (بچھڑے) کی وجہ سے آزمائش میں پڑ گئے ہو جب کہ تمہارا پروردگار تو رحمٰن ہے لہذا تم میری پیروی کرو اور میرے حکم کی اطاعت کرو''

بعض آیات میں پیغمبر اکرم ﷺ کی اطاعت بطور مطلق اور عمومیت کے ساتھ بیان ہوئی ہے یعنی لوگوں پر واجب ہے کہ اپنے ہر قسم کے انفرادی و اجتماعی امور میں پیغمبر ﷺ کی پیروی کریں۔

''وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ''[25]

''اور رسول جو تمہیں دے دیں وہ لے لو اور جس سے روک دیں اس سے رک جاؤ''

اس آیت کے شان نزول کے بارے میں ملتا ہے کہ یہ فئے (بغیر جنگ کے ہاتھ آنے والے مال) کی تقسیم کے موقع پر نازل ہوئی جس میں مسلمانوں پر واضح کر دیا گیا کہ پیغمبر اکرم ﷺ اگر کسی مصلحت کی بنا پر غیر مساوی تقسیم بھی کرتا ہے تو اس کے ہر فیصلہ پر دل و جان سے عمل کیا جائے۔ اگر چہ ''ما'' مطلق ہے اور ہر قسم کے فرامین رسول ﷺ کو شامل ہے اور روایات میں بھی اس آیہ کے ضمن میں پیغمبر اکرم ﷺ کے تمام فرامین کو مراد لیا گیا ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ آنحضرتؐ ایک الٰہی نمائندے و اسلامی معاشرے کے حکمران ہونے کی حیثیت سے احکام صادر کرنے کا حق رکھتے ہیں اور اس ''حق حاکمیت'' کی بنا پر واجب الاطاعت بھی ہیں۔

ایک اعتراض کا جواب:

کچھ لوگوں نے اطاعت پیغمبر ﷺ کے بارے میں اعترافات و شبھات پیدا کیے ہیں، منجملہ یہ کہ بعض آیات میں پیغمبر اکرم ﷺ سے ہر قسم کے اختیار کی نفی کی گئی ہے اور تمام امور کو خدا کی طرف نسبت دی گئی، جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے:

''لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْھِمْ اَوْ یُعَذِّبَھُمْ ''[26]

''(اے رسول) اس بات میں آپ کا کوئی دخل نہیں، اللہ چاہے تو انہیں معاف کر دے یا چاہے تو سزا دے''

نیز فرمایا:

''اِنَّ الْاَمْرَ کُلَّہٗ لِلّٰہِ''[27]

''ہر قسم کا امر (اختیار) اللہ کے ساتھ مختص ہے''

اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی آیت کا اس مطلب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں بلکہ زمانہ جاہلیت کا مزاج رکھنے والوں کے شک کے جواب میں فرمایا کہ ہر قسم کی فتح یا شکست اللہ کے ہاتھ میں ہے، نیز جنگ احد میں شکست کے وقت کفریہ جملے

کہنے والوں کی سزا یا بخشش کے بارے میں توحید کا درس دینے کی غرض سے فرمایا۔ دوسری آیہ مجیدہ میں اگر چہ ہر قسم کے امور کو اللہ کے ساتھ مختص ہونا بیان ہوا ہے لیکن یہ کوئی عجیب بات نہیں اکثر امور کو خدا نے اسی طرح بیان فرمایا ہے۔ مثال کے طور پر ہدایت کے مسئلے میں ایک مقام پر فرمایا۔

''اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ''[۲۸]

''(اے محمد) جسے آپ چاہتے ہیں اُسے ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے''

جب کہ دوسرے مقام پر فرمایا:

''اِنَّکَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ''[۲۹]

''بے شک آپ ہی سیدھے راستے کی جانب راہنمائی کر رہے ہیں''

اس قسم کی آیات، کئی مقامات پر ملتی ہے کہ خداوند متعال بعض امور کو اپنی طرف نسبت دیتا ہے پھر انہی امور کو اپنے نمائندے کی طرف بھی نسبت بھی دیتا ہے، جس کی مفسرین نے یہ وضاحت کی ہے کہ تمام امور کا تعلق ذاتی طور پر اللہ کے ساتھ ہے لیکن اللہ اپنے اذن اور اجازت سے یہ امور اپنے انبیاء کو سپرد کرتا ہے اگر غور کیا جائے تو توحید و نبوت کی حقیقت بھی یہی ہے، پس نتیجہ یہ نکلا چونکہ پیغمبر اکرم ﷺ کی حاکمیت اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا تسلسل ہے اس بنا پر آپؐ نہ صرف مبلغ دین ہیں، بلکہ اسلامی حاکم ہونے کے عنوان سے دینی احکام کو عملی طور پر نافذ کرنے کے ذمہ دار بھی ہیں۔

۲۔ پیغمبر اکرم ﷺ کی ولایت وحکومت سے متعلق آیات:

اس قسم میں بعض آیات ولایت پیغمبر ﷺ کو ولایت خدا کی صف میں بیان کرتی ہیں اور بعض آیات میں علیحدہ سے ولایت پیغمبر کو ذکر کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَهُمْ رٰکِعُوْنَ''[۳۰]

''تمہارا ولی تو صرف اللہ اور اس کا رسول اور وہ اہل ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکات دیتے ہیں''

''وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ''[۳۱]

''اور جو اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کو اپنا ولی (سرپرست) بنائے گا (تو وہ اللہ کی جماعت میں شامل ہو جائے گا) اور اللہ کی جماعت ہی غالب آنے والی ہے''

نیز فرمایا:

''اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ''[۳۲]

''نبی مومنین کی جانوں پر خود ان سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہے''

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ لوگوں کے تمام انفرادی و اجتماعی امور میں رسول خدا ﷺ کو ولایت و حاکمیت حاصل ہے یعنی پیغمبر ﷺ کے احکامات کے مقابلے میں لوگوں کی رائے کوئی حیثیت نہیں رکھتی یہ اس بات کی دلیل ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ کو لوگوں کے معاشرتی و اجتماعی امور میں دخالت کا نہ صرف حق حاصل ہے بلکہ ان امور میں پیغمبر ﷺ کا حکم ہی نافذ العمل سمجھا جائے گا، اس ضمن میں علامہ طباطبائی فرماتے ہیں۔

''ان کے نفسوں'' (انفسھم) سے مراد خود مومنین ہیں پس آیت کا معنی یہ ہوا کہ پیغمبر اکرم ﷺ مومنین پر مومنین سے زیادہ حق تصرف رکھتے ہیں''

جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کبھی پیغمبر اکرم ﷺ اور عام لوگوں کی رائے میں تعارض یا اختلاف پیدا ہو جائے تو پیغمبر ﷺ کی رائے کو ترجیح اور برتری حاصل ہوگی مختصر یہ کہ مومنین جن امور میں ذاتی اختیار رکھتے ہیں جیسے حفاظت، محبت عزت، کسی کی دعوت کو قبول کرنے یا اپنے ارادے پر عمل کرنے میں، پیغمبر ﷺ ان سب امور میں ان پر حق اولویت رکھتے ہیں اور ان کے مقابلے میں پیغمبر ﷺ کا ارادہ فوقیت رکھتا ہے۔[۳۲]

ان آیات کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ معاشرتی و سیاسی امور میں جب پیغمبر اکرم ﷺ کوئی فیصلہ کر دیں تو اسے مقدم سمجھا جائے گا اور اس کی روایات میں بھی وضاحت موجود ہے نیز تمام علماء اسلام کا اتفاق ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ باذن اللہ ولایت تشریعی (قوانین کے وضع و نفاذ) کے منصب پر فائز ہیں۔

۳۔ تمام معاشرتی و سیاسی امور میں پیغمبر ﷺ کو محور قرار دینے والی آیات:

قرآن مجید میں خداوند متعال نے اپنے رسول ﷺ کو معاشرے کا ایسا محور و مرکز قرار دیا ہے کہ جس کے گرد جملہ امور کی گردش ہونی چاہیے، سورۂ نور میں مومنین کو تاکید کی گئی ہے کہ ''ایمان'' کی شرط یہ ہے کہ تمام امور میں پیغمبر ﷺ کے تابع رہیں۔

''اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاِذَا کَانُوْا مَعَہٗ عَلٰٓی اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْھَبُوْا حَتّٰی یَسْتَاْذِنُوْہُ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَکَ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ''[۳۳]

''مومنین تو بس وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور جب وہ کسی اجتماعی معاملے میں رسول کے ساتھ ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر نہیں ہلتے جو لوگ آپ سے اجازت مانگ رہے ہیں یہ یقیناً وہ لوگ ہیں جو اللہ اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں''

اس آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ اجتماعی مسائل میں مومنین کے مشورے کو شامل کر کے انہیں اعتماد میں لیتے تھے لیکن آخری فیصلہ پیغمبر ﷺ کا ہوتا اور مومنین آپؐ کے فیصلوں کے پابند ہوتے تھے نیز اس آیت میں خداوند حکیم نے ایک کلی قانون بھی بیان کر دیا ہے کہ معاشرتی و سیاسی امور میں ذاتی و انفرادی رائے کی کوئی حیثیت

نہیں بلکہ ہمیشہ پیغمبرؐ کی اجازت سے معاملات طے ہونگے۔اس کے بعد والی آیت میں فرمایا:

''لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا......''

''(اے مومنو!) تمہارے درمیان رسول کو پکارنے کا انداز ایسا نہ ہو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔۔۔۔''

''دعاءالرسول'' کے معنی میں بعض نے دو احتمال دیئے ہیں ایک رسول ﷺ کو پکارنا دوسرا رسول ﷺ کا پکارنا۔ پہلے معنی کے لحاظ سے تو ایک اخلاقی نکتہ کی طرف راہنمائی ہے کہ جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہو رسول ﷺ کو اس طرح مت پکارو اگر چہ رسول اکرم ﷺ تواضع وانکساری ضرور فرماتے ہیں،لیکن امت کو رسالت کی منزلت کالحاظ رکھنا چاہیے،جب کہ دوسرے معنی کے لحاظ سے ایک اہم پہلو کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے یعنی رسول ﷺ کے بلانے کو عام آدمیوں کے بلانے کی طرح مت سمجھو،رسول ﷺ کا بلانا،اللہ کا بلانا ہے،اس لیے کہ رسول ﷺ کے بلانے پر فوری لبیک کہنا ایمان کا تقاضا ہے۔احتمال کی حد تک تو پہلا معنی بھی درست ہے اور اخلاقی دستور کے لحاظ سے صحیح بھی ہے لیکن آیت میں موجود بعض تعبیرات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر دوسرا معنی مقصود ہے کیونکہ اس حکم کے فوری بعد فرمایا:

''فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ''[۳۴]

''جو لوگ حکم رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں انہیں اس بات کا خوف رہنا چاہیے کہ مبادا وہ کسی فتنے میں مبتلا ہو جائیں یا ان پر کوئی دردناک عذاب آجائے''

علامہ طباطبائی فرماتے ہیں:

''دعاءالرسول سے مراد پیغمبر اکرم ﷺ کا لوگوں کو کسی کام کے لیے بلانا ہے جیسے ایمان و عمل صالح کی طرف بلانا،اجتماعی کاموں میں مشورت کے لیے بلانا،نماز جامعہ کے لیے بلانا یا دنیاوی واخروی معاملات کے سلسلہ میں احکامات صادر کرنے کی غرض سے بلانا ہے،لہذا یہ سب پیغمبر ﷺ کے بلانے میں شامل ہیں''[۳۵]

پس معلوم ہوا کہ اگر کبھی کسی جنگ کی طرف روانہ ہونے کے لیے بلائیں یا اجتماعی ومعاشرتی زندگی کے لحاظ سے ایک نجات بخش تحریر لکھنے کے لیے بلائیں تو اس قسم کی اجتماعی دعوت کی مخالفت کرنے والا حقیقی مومن کہلانے کا حقدار نہیں ہوسکتا۔بنابریں دونوں احتمالات کے باوجود پیغمبر ﷺ کی اجتماعی وسیاسی معاملات میں مرکزیت کو کسی صورت میں رد نہیں کیا جاسکتا۔علاوہ ازیں سیاسی حاکمیت کے لیے مالی امور کو ایک اہم رکن کی حیثیت حاصل ہے اور قرآن مجید میں زکات وخمس اور انفال کو پیغمبر ﷺ کے اختیار میں دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند متعال اپنے نبی ﷺ کو اسلام کا سیاسی حاکم متعارف کرانا چاہتا ہے،ارشاد رب العزت ہے:

''وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ''[۳۶]

''اور کیا ہی اچھا ہوتا کہ اللہ اور اس کے رسول نے جو کچھ انہیں دیا ہے وہ اس پر راضی ہو جاتے اور کہتے کہ ہمارے لیے اللہ کافی ہے عنقریب اللہ اپنے فضل سے ہمیں بہت کچھ دے گا اور اس کا رسول بھی، ہم تو اللہ سے لو لگائے بیٹھے ہیں''

اس آیت میں زکات کی تقسیم میں پیغمبر اکرم ﷺ کو کلی اختیار دیا گیا ہے نیز فرمایا:

''یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَ نْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ''[۳۷]

''(اے رسول) آپؐ سے انفال (مال غنیمت) کے متعلق پوچھتے ہیں کہہ دیجئے یہ انفال اللہ اور رسول کے ہیں)''

اگرچہ انفال کا حکم جنگ بدر کی غنیمت کے بارے میں آیا ہے تاہم یہ حکم ہر قسم کے انفال یعنی اموال زائد کو شامل ہے مثلاً متروک آبادیاں، پہاڑوں کی چوٹیاں، جنگل، غیر آباد زمینیں اور لاوارث املاک وغیرہ جو کسی کی ملکیت نہ ہوں اس طرح وہ اموال جو بغیر جنگ کے مسلمانوں کے قبضے میں آئے ہوں جنہیں ''فـــئـــی'' کہتے ہیں یہ سب اللہ اور رسول ﷺ کی ملکیت ہیں یعنی اسلامی حکومت کی جائیداد میں شامل ہیں۔[۳۸]

مندرجہ بالا امور کی سرپرستی رسول کے سپرد کرنا یا جہاد کے امور کی سرپرستی کا رسول ﷺ کے ساتھ مختص کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کو سیاسی امور پر بھی حاکمیت حاصل تھی۔

☆☆☆☆☆

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِهٖ
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِهٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِهٖ
صَلُّوْ عَلَیْهِ وَآلِهٖ

حوالہ جات

۱۔ القرآن، الجمعہ، ۲

۲۔ القرآن، الحدید، ۲۵

۳۔ القرآن، النحل، ۳۶

۴۔ مجلّہ حکومت اسلامی۔ سال اول، شمارہ دوم، ۲۲۴

۵۔ القرآن، الکافرون، ٦

٦۔ القرآن، الغافر، ۲٦

۷۔ القرآن، الانعام، ۱۵۳

۸۔ محمد حسین، طباطبائی، المیزان فی تفسیر القرآن، ج ۴، ص ۱۲۲، ج ۱۴، ص ۱۷۸

۹۔ القرآن، الروم، ۳۰

۱۰۔ محمد حسین، طباطبائی، المیزان فی تفسیر القرآن، ج ٦، ص ۱۸۹

۱۱۔ القرآن، الشوریٰ، ۱۰ نیز

۱۲۔ القرآن، النساء، ۱۰۵

۱۳۔ القرآن، الانفال، ۴۱

۱۴۔ القرآن، التوبہ، ۱۰۳

۱۵۔ روح اللہ، امام خمینیؒ، حکومت اسلامی، ص ۷۱۔۷۰

۱٦۔ القرآن، النساء، ٦۴

۱۷۔ القرآن، النساء، ۸۰

۱۸۔ القرآن، النساء، ۵۹

۱۹۔ القرآن، الانفال، ۲۰

۲۰۔ القرآن، الانفال، ۲۱۔۲۴

۲۱۔ القرآن، النور، ۵٦

۲۲۔ القرآن، الشعرا، ۱۰۷۔۱۰۸

۲۳۔ القرآن، الاعراف، ۱۴۲

۲۴۔ القرآن، طٰہٰ، ۹۰

۲۵۔ القرآن،الحشر،۷
۲۶۔ القرآن،آلعمران،۱۲۸
۲۷۔ القرآن،آلعمران،۱۵۴
۲۸۔ القرآن،القصص،۵۶
۲۹۔ القرآن،الشوریٰ،۵۲
۳۰۔ القرآن،المائدہ،۵۵،۵۶
۳۱۔ القرآن،المائدہ،۵۶
۳۲۔ طباطبائی،محمد حسین،المیزان،ج۱۶،ص۲۷۶
۳۳۔ القرآن،النور،۶۲
۳۴۔ القرآن،النور،۶۳
۳۵۔ طباطبائی،محمد حسین،المیزان،ج۱۵،ص۱۶۶
۳۶۔ القرآن،التوبہ،۵۹
۳۷۔ القرآن،الانفال،۱
۳۸۔ نجفی،محسن علی،بلاغ القرآن،ص۲۳۶